© rasailojaraid.com

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ

تلاشِ حق میں

امام غزالیؒ کی صحرانوردی

امام غزالیؒ کے ذاتی مشاہدات و تاثرات

اس سے انتہائی عروج کا جو کسی علمی و دینی شخصیت کو حاصل ہو سکتا ہے، تقاضا تھا کہ امام غزالیؒ اس پر قناعت کریں، اور اسی کے دائرہ کے اندر پوری زندگی گزار دیں، جیسا کہ ان کے بعض اساتذہ نے کیا اور لوگ عموماً کیا کرتے ہیں، مگر ان کی بے چین طبیعت، اور بلند حوصلہ طائرِ ہمت اس بلندی پر راضی نہ تھا، اور دراصل اسی بلند ہمتی نے ان کو امام اور حجۃ الاسلام بنا دیا، دنیا میں جاہ و اعزاز کی قربانی اور مقصد کی دھن اور سچی لگن کی ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ امام غزالیؒ نے خود ان حالات و اسباب کو بیان کیا ہے، جنہوں نے ان کو ایسا قدم اٹھانے پر آمادہ کیا۔ اور ان کو تعلیم و تدریس کے کام کا نہیں رکھا، یہاں تک کہ وہ اقلیم علم کی بادشاہی چھوڑ کر یقینی علم اور دولت باطن کی تلاش میں نکل گئے۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر پلٹے، المنقذ من الضلال میں وہ لکھتے ہیں:

> عنفوانِ شباب سے میری طبیعت تحقیقات و معلومات کی طرف مائل تھی؛ ہر فرقہ اور جماعت سے ملتا اور اس کے عقائد کو خیالات معلوم کرتا، رفتہ رفتہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقلید کی بندش ٹوٹ گئی۔ جو عقائد بچپن سے ذہن میں جمے ہوئے تھے، وہ متزلزل ہو گئے، میں نے خیال کیا کہ عیسائی اور یہودی بچے بھی اپنے اپنے عقائد پر پرورش پاتے ہیں، حقیقی علم تو یہ ہے کہ کسی قسم کے شبہ کا احتمال تک نہ رہ جائے۔ مثلاً مجھے اس بات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا یقین ہے کہ دس کا عدد تین سے زائد ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کہے نہیں بلکہ تین زائد ہے اور میرے دعویٰ کی دلیل ہے کہ لاٹھی کو سانپ بنا سکتا ہوں، اور وہ بنا کر دکھا بھی دے، تب بھی مجھے اپنے علم میں کوئی شک نہیں ہوگا، مجھے اس پہ تعجب ضرور ہوگا۔ لیکن پھر بھی میرا یقین باقی رہے گا کہ دس تین سے زائد ہے۔ میں نے غور کیا کہ تو مجھے معلوم ہوا کہ اس قسم کا یقینی علم صرف حسیات اور بدیہیات کے دائرے میں ہے، لیکن جب زیادہ کد و کاوش سے کام لیا، تو معلوم ہوا کہ اس میں بھی شک کی گنجائش ہے۔ میں نے دیکھا کہ حواس میں سب سے زیادہ قوی حاسہ بصارت کا ہے۔ لیکن اس میں بھی غلطی ہوتی ہے۔ میرا یہ شک یہاں تک بڑھا کہ مجھے محسوسات کے یقینی ہونے کا اطمینان نہیں رہا، پھر میں نے عقلیات پر غور کیا تو وہ مجھے حسیات سے بھی زیادہ مشکوک اور کمزور نظر آئے تقریباً دو مہینے تک میری یہ ارتیابی کیفیت رہی اور مجھ پر سوفسطائیت کا غلبہ رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بیماری سے شفا دی اور طبیعت صحت و اعتدال پر آگئی اور بدیہیات عقلی پر اطمینان پیدا ہوگیا، لیکن یہ کسی استدلال اور ترتیب کی بنا پر نہ تھا، بلکہ ایک وجدانی اور وہبی بات تھی۔ اس مرض سے شفا پانے کے بعد اب میرے سامنے چار گروہ تھے، جو طالبِ حق معلوم ہوتے تھے۔ متکلمین جو اہلِ عقل و نظر ہونے کے مدعی تھے، باطنیہ جن کا دعویٰ تھا، کہ ان کے پاس خاص تعلیمات و اسرار ہیں۔ اور انہوں نے براہِ راست امام معصوم سے علم حقائق حاصل کیا ہے۔ فلاسفہ جن کا کہنا ہے کہ وہی اہلِ منطق و اہلِ استدلال ہیں، صوفیہ جو اپنے کو صاحبِ کشف و شہود کہتے ہیں۔ میں نے ہر ایک گروہ کی کتابوں اور خیالات کا مطالعہ کیا تو کسی سے بھی مطمئن نہیں ہوا، علم کلام کے متعلق اس فن کے محققین کی تصنیفات پڑھیں اور خود بھی اس موضوع پر تصنیفات کیں۔ میں نے دیکھا کہ اگرچہ یہ فن اپنے مقصود کو پورا کرتا ہے۔ لیکن میری تسلی کے لئے وہ کافی نہیں، کیونکہ اس میں ایسے مقدمات پر بنا رکھی گئی ہے جو فریقِ مقابل کے پیش کئے ہوئے ہیں، اور متکلمین نے ان کو محض تقلیداً تسلیم کر لیا ہے، یا اجماع یا قرآن و حدیث کے نصوص ہیں، اور چیزیں اس شخص کے مقابلہ میں کچھ زیادہ کارآمد نہیں، جو بدیہیات کے سوا کچھ اور تسلیم نہ کرتا ہو، فلسفہ کے متعلق رائے قائم کرنے کے لئے پہلے میں نے اس کا تحقیقی مطالعہ ضروری سمجھا اگرچہ مجھے تصنیف و تدریس کے مشاغل سے بہت کم فرصت ملتی تھی، میرے حلقۂ درس میں بغداد میں تین تین سو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طالب علم ہوتے تھے، پھر بھی میں نے اس کے لئے وقت نکالا اور دو سال کے اندر اندر میں نے ان کے تمام علوم کا مطالعہ کر ڈالا۔ پھر تقریباً ایک سال تک، ان پر غور و فکر کرتا رہا، میں نے دیکھا کہ ان کے علوم چھ قسم کے ہیں۔ ریاضیات، منطقیات، طبعیات، سیاسیات اور الٰہیات ابتدائی پانچ علوم کا مذہب سے نفیاً و اثباتاً کچھ تعلق نہیں اور نہ مذہب کے اثبات کے لئے ان کے انکار کی ضرورت ہے، طبعیات میں اُن کے بعض نظریات کا کہیں کہیں مذہب سے تصادم ہوتا ہے، مگر وہ چند چیزیں ہیں، اس سلسلہ میں اصولاً یہ عقیدہ رکھنا چاہئے، کہ طبیعت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، وہ خود مختار نہیں۔ البتہ جو لوگ ان علوم و مضامین میں فلاسفہ کی ذہانت اور باریک بینی دیکھتے ہیں، وہ عموماً طور پر ان سے مرعوب ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ تمام علوم میں ان کا یہی حال ہوگا۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں، کہ جو شخص ایک فن میں ماہر ہو وہ ہر فن میں ماہر ہو، پھر جب انکی بے دینی اور ان کے انکار کو دیکھتے ہیں، تو محض تقلیداً وہ بھی دین کا انکار و استخفاف کرنے لگتے ہیں۔ دوسری طرف اسلام کے محض نادان دوست فلاسفہ کے ہر نظریہ اور ہر دعویٰ کی تردید اپنا فرض اور اسلام کی خدمت سمجھتے ہیں، حتیٰ کہ طبعیات کے سلسلہ میں ان کی تمام تحقیقات کا بھی انکار کرنے لگتے ہیں۔ اس کا ایک مضر اثر یہ ہوتا ہے، کہ جو لوگ ان علمی نظریات و تحقیقات کی صداقت کے قائل ہیں، اور ان کے نزدیک وہ چیزیں پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہیں۔ ان کا اعتقاد خود اسلام کے بارے میں متزلزل ہو جاتا ہے، اور بجائے فلسفہ کا انکار کرنے کے وہ اسلام سے بدگمان ہو جاتے ہیں۔

رہے وہ کہ جو فن مذہب سے متصادم ہوتا ہے، وہ الٰہیات ہے، اس میں انہوں نے زیادہ تر ٹھوکریں کھائی ہیں، درحقیقت انہوں نے منطق میں جو شرطیں رکھی تھیں، ان کو وہ الٰہیات میں نباہ نہیں سکے، اسی لئے اس میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے، غرض میں اس نتیجہ پہ پہنچا، کہ فلسفہ سے میری تشفی نہیں ہوگی، اور عقل تنہا تمام مقاصد کا احاطہ نہیں کر سکتی، اور نہ تمام مشکلات کی نقاب کشائی کر سکتی ہے۔ رہے باطنیہ تو مجھے اپنی کتاب مستظہری کی تالیف کے سلسلہ میں ان کے مذہب کے مطالعہ کرنے کا اچھی طرح موقع ملا، میں نے دیکھا کہ ان کے عقائد کا دار و مدار امام وقت کی تعلیم پر ہے۔ لیکن امام وقت کا وجود اور اس کی صداقت خود محتاج دلیل ہے۔ اور یہ دونوں حد درجہ مشتبہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ اب صرف تصوّف باقی رہ گیا۔ میں ہمہ تن تصوّف کی طرف متوجہ ہوا۔ تصوّف علمی بھی ہے۔ اور عملی بھی ہے۔ میرے لئے علم کا معاملہ آسان تھا۔ میں نے ابو طالب مکی کی قوت القلوب اور حارث محاسبی کی تصنیفات، اور حضرت جنید، شبلی و بایزید بسطامی وغیرہ کے ملفوظات پڑھے۔ اور علم کے راستے سے جو کچھ حاصل کیا جاتا تھا، وہ میں نے حاصل کر لیا، لیکن مجھے معلوم ہوا کہ اصلی حقائق تک تعلیم کے ذریعہ سے نہیں، بلکہ ذوق و حال اور حالات کی تبدیلی سے پہنچا جا سکتا ہے، جو علوم میرا سرمایہ تھے۔ خواہ وہ شرعی ہوں یا عقلی، ان سے مجھے وجود باری، نبوت اور معاد پر ایمان راسخ حاصل ہو چکا تھا، لیکن یہ بھی کسی دلیل محض سے نہیں، بلکہ ان اسباب و قرائن اور تجربوں کی بنا پر جن کی تفصیل مشکل ہے، مجھ پر یہ اچھی طرح سے یہ واضح ہو چکا تھا، کہ سعادت اخروی کی صورت صرف یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کیا جائے، اور نفس کو اس کی خواہشات سے روکا جائے اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ دار فانی سے بے رغبتی آخرت کی طرف میلان و کشش اور پوری یکسوئی کے توجہ الی اللہ کے ذریعہ قلب کا علاقہ دنیا سے ٹوٹ جائے۔ لیکن یہ جاہ و مال سے اعراض اور موانع و علائق سے فرار کے بغیر ممکن نہیں میں نے اپنے حالات پر غور کیا، تو مجھے معلوم ہوا کہ میں سرتاپا علائق دنیوی میں غرق ہوں، میرا سب سے بہتر عمل تدریس و تعلیم کا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ٹٹولنے سے معلوم ہوا، کہ میری تمام تر توجہ ان علوم پر ہے جو نہ تو اہم ہیں اور نہ آخرت کے سلسلہ میں کچھ فائدہ پہنچانے والے ہیں۔ میں نے اپنی تدریس کی نیت کو دیکھا تو وہ بھی خالص لوجہ اللہ نہیں تھی، بلکہ اس کا باعث و محرک بھی محض طلب جاہ و حصول شہرت تھا، تب مجھے یقین ہو گیا۔ کہ میں ہلاکت کے غار کے کنارے کھڑا ہوا ہوں، اگر میں نے اصلاح حال کی کوشش نہ کی، تو میرے لئے سخت خطرہ ہے۔ میں ایک عرصہ تک اس سب کو چھوڑ دینے اور بغداد سے نکل جانے کا ارادہ کرتا رہا۔ لیکن اس کا فیصلہ نہ کر سکا، چھ مہینے اسی کشمکش میں گذر گئے، کہ کبھی تو دنیاوی خواہشات کشش کرتیں اور کبھی ایمان کا منادی پکارتا، کہ کوچ قریب ہے۔ تھوڑی عمر باقی ہے۔ طویل سفر درپیش ہے اور یہ سب علم و عمل محض ریا و تخیلات ہیں، کبھی نفس کہتا ہے کہ یہ عارضی حالت ہے۔ اللہ نے جو کچھ جاہ و عزت دے رکھی ہے۔ چھوڑنے کے بعد اگر پھر واپس آنے کا خیال ہوا، تو اس کا دوبارہ حصول مشکل ہے، غرض اس لیت و لعل میں چھ مہینے گذر گئے، یہاں تک کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب معاملہ بس سے باہر ہوگیا۔ زبان بھی رُک گئی، جیسے اس میں تالا پڑگیا ہو۔ میں کوشش کرتا تھا کہ آنے جانے والوں کی خوشی کے لئے ایک ہی دن پڑھا دوں، لیکن زبان بالکل ساتھ نہیں دیتی تھی اور ایک لفظ بھی نہیں نکلتا تھا، زبان کی بندش سے قلب میں ایک رنج وغم کی کیفیت پیدا ہوئی جس کے اثر سے قوت ہاضمہ نے بالکل جواب دیدیا۔ کھانے پینے کی خواہش بالکل جاتی رہی، یہاں تک کہ ایک گھونٹ پانی، کھانے کے ایک لقمہ کا ہضم کرنا بھی میرے لئے دشوار ہوگیا، رفتہ رفتہ تمام قوائے جسمانی پر ضعف کا غلبہ ہوا، یہاں تک کہ اطباء نے علاج سے ہاتھ اٹھالیا، اور کہا کہ قلب پر کوئی اثر ہے۔ اور اس سے مزاج متاثر ہوگیا ہے، جب تک قلب سے یہ اثر نہ جائے، اس وقت تک علاج کچھ سود مند نہیں جو میں نے دیکھا تو میں اس معاملہ میں بالکل بے بس ہوں، تو میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور اضطراری کیفیت کے ساتھ اس سے دعا کی، اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ اس جاہ ومال اور اہل وعیال کا چھوڑ دینا مجھے آسان معلوم ہونے لگا، میں نے مکہ کا قصد ظاہر کیا اور میرے دل میں یہ تھا کہ میں شام کا سفر کروں گا، اور بڑے لطائف سے میں نے بغداد سے نکلنے کا سامان کیا، اہل عراق کو جب میرا قصد معلوم ہوا تو انہوں نے چاروں طرف سے مجھے ملامت کرنی شروع کی، اس لئے کہ کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ اس ترک وانقطاع کا کوئی دینی سبب بھی ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ ان کے خیال میں مجھے دین کا بلند ترین منصب حاصل تھا، ذلک مبلغهم من العلم۔ پھر لوگوں نے طرح طرح کی قیاس آرائیاں شروع کیں، جو لوگ مرکز حکومت سے دور تھے، انہوں نے خیال کیا اس میں کچھ حکام کا اشارہ ہے، اور ان کے ایما سے یہ خدمت ترک کی جارہی ہے۔ لیکن جن لوگوں کا حکومتی حلقوں سے تعلق تھا، وہ دیکھتے تھے کہ اہل حکومت کو کس قدر میرے قیام پر اصرار ہے۔ اور ان کی کیسی شدید خواہش ہے کہ میں اپنے کام میں مشغول رہوں۔ وہ یہ کہتے تھے کہ اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے، کہ اسلام کی اس رونق اور علمی چہل پہل کو کسی کی نظر لگ گئی ہے، کہ یہ شخص سب چھوڑ چھاڑ کر جارہا ہے، غرض میں نے بغداد کو الوداع کہی اور جو کچھ میرے پاس مال ومتاع تھا، اس میں سے بقدر کفاف رکھ کر سب بانٹ دیا۔ بغداد سے میں شام آیا اور وہاں دو سال کے قریب رہا۔ وہاں میرا کام عزلت وخلوت اور مجاہدہ کے سوا کچھ

© rasailojaraid.com

نہ تھا، میں نے علم تصوف سے جو کچھ حاصل کیا تھا۔ اس کے مطابق نفس کے تزکیہ، اخلاق کی درستی و تہذیب اور ذکر اللہ کے لئے اپنے قلب کو مصفا کرنے میں مشغول رہا۔ میں مدت تک دمشق کی جامع مسجد میں معتکف رہا۔ مسجد کے منارے پر چڑھ جاتا، اور تمام دن دروازہ بند کئے وہیں بیٹھا رہتا۔ دمشق سے میں بیت المقدس آیا، وہاں بھی روزانہ صخرہ کے اندر چلا جاتا اور دروازہ بند کر لیتا۔ سیدنا ابراہیمؑ کی زیارت کے بعد میری طبیعت میں حج و زیارت کا شوق اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی برکات سے استفادہ کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ میں حجاز گیا۔ حج کرنے کے بعد اہل و عیال کی کشش اور بچوں کی دعاؤں نے مجھے وطن پہنچایا حالانکہ میں وطن کے نام سے کوسوں دور بھاگتا تھا۔ وہاں بھی میں نے تنہائی کا اہتمام رکھا اور قلب کی صفائی سے غافل نہیں ہوا، لیکن حوادث و واقعات اہل و عیال کے افکار اور معاشی ضروریات طبیعت میں انتشار پیدا کرتی رہتی تھیں، اور دل جمعی اور سکونِ قلب مسلسل نہیں رہتا تھا۔ لیکن میں اس سے مایوس نہیں ہوتا تھا اور وقتاً فوقتاً اس سے لذت یاب ہوتا رہتا تھا۔ دس برس اسی حالت میں گذر گئے، ان تنہائیوں میں مجھے جو انکشافات ہوئے اور جو کچھ مجھے حاصل ہوا اسکی تفصیل اور اس کا استقصار تو ممکن نہیں، لیکن ناظرین کے نفع کے لئے اتنا ضرور کہوں گا: کہ مجھے یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ صوفیا ہی اللہ کے راستے کے سالک ہیں۔ ان کی سیرت بہترین سیرت ان کا طریق سب سے زیادہ مستقیم اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں، اگر عقلا کی عقل حکما کی حکمت اور شریعت کے رمز شناسوں کا علم مل کر بھی ان کی سیرت و اخلاق سے بہتر لانا چاہے، تو ممکن نہیں ان کے تمام ظاہری و باطنی حرکات و سکنات مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں۔ اور نور نبوت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جائے۔

کتابیں ہی کتابیں

نصب الرایہ زیلعی ۳۰/- روپے
مرقاۃ جلد ۱-۲ ۴۰/- "
ہشتاد سنن ۹/- "
امام اعظم اور علم الحدیث ۱۵/- روپے
حیات الانبیاء (عربی) ۲/۵۰ "

علاوہ ازیں ہر قسم کی دینی و علمی کتابوں کے لئے

ادارۂ معارف اسلامیہ۔ مبارک پورہ۔ سیالکوٹ

© rasailojaraid.com